حیات شیخ عبدالحق محدث

از

(جناب ابوالماثر مولانا حبیب الرحمن الاعظمی)

(۲)

(ب) مولانا میر کلاں محدث اکبر آبادی آپ صرف محدث نہیں استاذ المحدثین تھے، خواجہ کوہی کی اولاد میں تھے، سید میرک شاہ شیرازی (شاگرد سید جمال الدین محدث) سے حدیث اور دیگر علوم درسیہ حاصل کئے، آپ سے بقول صاحب حدائق ہندوستان کے ایک بڑے گروہ نے حدیث کو پڑھا۔ بادشاہ ہند اکبر نے شاہزادہ نورالدین جہانگیر کی تعلیم انھیں کے سپرد کی تھی، حضرت ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ بھی ان کے شاگرد تھے، مشکوٰۃ کا کچھ حصہ انھوں نے ان سے پڑھا تھا جیسا کہ مرقات کی ابتدا میں انھوں نے خود لکھا ہے[1]، ۹۸۳ھ میں آپ نے آگرہ میں رحلت فرمائی، اور وہیں مدفون ہوئے (تذکرہ حدائق و سبحۃ المرجان ص۴۹)[2]

(ج) قاضی شیخ بہلول بدخشانی، یہ بزرگ اس عہد کے اجلۂ محدثین میں تھے، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے شیخ الحدیث تھے، ان سے مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو صحیح بخاری اور امام بخاری کی دوسری مصنفات مثلاً ثلاثیات بخاری، ادب المفرد، افعال العباد اور تاریخ بخاری

---

[1] ملا علی کے الفاظ یہ ہیں ثم انی قرأت بعض احادیث المشکوٰۃ علی منبع بحر العرفان مولانا الشہیر میر کلاں وھو قرأ علی زبدۃ المحققین وعمدۃ المدققین میرک شاہ ۱۲ منہ

[2] مولانا میر کلاں کا نام محمد سعید تھا اور وہ جب حج کو گئے تھے تو وہی شیخ الحرم المکی تھے۔ ان سے سید غضنفر بن سید جعفر نہروالی نے بھی مشکوٰۃ کی سند لی تھی، اور سید غضنفر سے شیخ احمد بن علی شناوی نے سند حاصل کی (الامم ص۶۹)

کی نیز مشکوٰۃ، شمائل ترمذی، اور جامع صغیر سیوطی نیز حدیث مسلسل بالاولیہ کی اور اس کے علاوہ واحدی کی تفسیر اور دیگر مصنفات اور اسی طرح بیضاوی کی تفسیر اور دیگر مصنفات کی اجازت حاصل تھی، قاضی بہلول بدخشانی کو ان تمام چیزوں کی اجازت شیخ معظم عبد الرحمٰن بن فہد مکی سے حاصل تھی، خواجہ محمد ہاشم کشمی نے شیخ بہلول کا ذکر عالم ربانی قاضی بہلول بدخشانی کے عنوان سے کیا ہے۔ اور آزاد بلگرامی نے فرمایا[1] ہے کان من صنادید العلماء بھا لاہور (لاہور کے اکابر علماء سے تھے) اور دوسری جگہ لکھا[2] ہے کان من کبراء المحدثین بالھند (وہ ہند کے بڑے محدثوں میں تھے) مگر سبحۃ المرجان کے اس مقام پر نسخۂ اصل کے سقم کی وجہ سے غلط چھپ گیا ہے، جس کی وجہ سے یہ دھوکا ہوتا ہے کہ یہ فقرہ قاضی بہلول کے استاد شیخ عبد الرحمٰن کے حق میں ہے۔

شیخ بہلول ہی کی خدمت میں میرزاہد ہروی (صاحب زواہد ثلثہ و استاد حضرت شیخ عبد الرحیم دہلوی) کے والد قاضی اسلم[3] نے بھی تحصیل و تکمیل علم کی (سبحۃ المرجان ص۶۷)

(د) شیخ بہلول بن کبیر کنبو دہلوی، جن کا اصل نام عبد الرزاق ہے شاہ قمیص ساڈھوروی کے مرید و خلیفہ تھے، حضرت شیخ عبد الحق دہلوی لکھتے ہیں۔

ازاں جملہ شیخ عبد الرزاق المشہور بشیخ بہلول مرید و خلیفہ اوست جامع اسیان علم شریعت و طریقت از اول فطرۃ بر نشاۃ و عبادت و تقوی و صلاح برآمدہ و بر عصمت ذاتی نشو و نما یافتہ و بعد تحصیل علوم دینی بتہذیب اخلاق و تبدیل صفات موفق شدہ و الحق دریں زماں در زمرۂ درویشاں و سالکاں

ان میں سے شیخ عبد الرزاق المعروف شیخ بہلول شاہ قمیص کے مرید و خلیفہ ہیں، علم شریعت و طریقت کے جامع ہیں، ابتدائے پیدائش ہی سے عبادت و تقوی و نیکی اور ذاتی عصمت پر نشوونما پائی ہے، تحصیل علوم کے بعد تہذیب اخلاق کی توفیق پائی، اور سچ یہ ہے کہ اس زمانہ میں درویشوں کے گروہ میں ایسے سالک اور اتباع سنت میں ایسے راسخ القدم لوگ

[1] سبحۃ المرجان ص۶۷ [2] ایضاً ص۲۴ [3] المتوفی ۱۰۶۱ھ

این چنین مردم در سلوک این طریق و رسوخ قدم در اتباع سنت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نادر و عزیز الوجود اند۔ (اخبار الاخیار ص۲۰۲)

نادر الوجود و کمیاب ہیں۔

اور شیخ عبد الصمد لکھتے ہیں

بعلم و عمل یگانہ عہد بود، دہلی دراں وقت بوجودش دہلی افتخار می زد از شکار پور بدہلی آمد و متداولات از مولانا جمال خاں و حدیث از شیخ عبد اللہ و شیخ رحمۃ اللہ کہ در عربستان بشیخین مشہور اند سند نمودہ، در ۹۱۰ھ ہماں جا محمل حیات بر بست (اخبار الاصفیا قلمی)

علم و عمل میں یکتائے روزگار تھے، اس وقت دہلی ان کے وجود پر فخر کا نقارہ بجاتی تھی، شکار پور سے (جو ان کا اصلی وطن تھا) دہلی آئے اور مولانا جمال خاں سے متداولات پڑھیں اور شیخ عبد اللہ سندھی و شیخ رحمت اللہ سندھی سے جو عرب میں شیخین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے حدیث کی سند حاصل کی، ۹۱۰ھ میں وہیں (دہلی) وفات پائی۔

میرا خیال ہے کہ یہ شیخ بہلول، قاضی بہلول بدخشانی کے علاوہ ہیں، وہ لاہور میں تھے اور یہ دہلی میں، وہ عبد الرحمٰن بن فہد کے شاگرد تھے یہ شیخ عبد اللہ و رحمت اللہ کے، اور تذکرہ علمائے ہند میں جن شیخ بہلول دہلوی کا ذکر ہے وہ یہی کنبوہ بزرگ ہیں، صاحب تذکرہ لکھتے ہیں۔

شیخ بہلول دہلوی علم حدیث را خوب ورزیدہ در صحبت اہل فقر و فنا رسیدہ با اہل دنیا کارے نداشت در عہد اکبر شاہ بافادہ و افاضہ طلاب مشغول شدہ (ص۳۳)

شیخ بہلول دہلوی نے علم حدیث کی خوب چھان بین کی ارباب باطن کی صحبتوں سے مستفید ہوئے اہل دنیا سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے عہد اکبری میں طلبۃ العلم نے ان سے خوب خوب استفادہ کیا

صاحب تذکرہ نے اگرچہ حوالہ نہیں دیا ہے مگر یہ الفاظ عبدالقادر بدایونی صاحب منتخب التواریخ کے ہیں، اور یہی شیخ بہلول ہیں جن کو فیضی اپنے خطوط بنام حضرت شیخ عبدالحق میں اسکندر مسند فقر میاں بہلول لکھا کرتا تھا اور شیخ کے واسطے سے ان کو سلام بھجوایا کرتا تھا۔

(۸) شیخ یعقوب صوفی کشمیری، کشمیر کے مشہور عالم و مصنف و محدث ہیں، شیخ حسین خوارزمی کے خلیفہ تھے، حضرت مجدد الف ثانی نے ان سے حدیث پڑھی ہے (حدائق و زبدۃ المقامات) شیخ یعقوب نے حدیث کی سند شیخ ابن حجر مکی (المتوفی ۹۷۳ھ) سے حاصل کی تھی آپ نے صحیح بخاری کی شرح لکھی ہے، آپ کے حالات کے لئے اسرار الابرار (قلمی)، تذکرہ علمائے ہند ص۲۵۵ حدائق الحنفیہ ص۳۹۷ وغیرہ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

شیخ یعقوب صوفی کا سال وفات ۱۰۰۳ھ ہے، حجاز سے واپسی میں آپ اپنے ساتھ بہت سی کتب تفسیر و حدیث و فقہ لائے اور ان کو خطۂ کشمیر میں رواج دیا (حدائق)

(۹) خواجہ مبارک بن شیخ ارزانی فاروقی عالم با عمل اور محدث کامل تھے، آپ کے حالات کے لئے مناقب العارفین (قلمی) اور میرا مضمون "خطۂ پورب کے چند اولیاء" دیکھنا چاہئے آپ کو فن حدیث میں ید طولیٰ حاصل تھا، آپ کی تصنیفات بھی اس فن میں ہیں جن میں مرجانی شرح مشکوٰۃ، مدارج الاخبار اور اس کی شرح معدن الاسرار کے نام ہم کو معلوم ہو سکے ہیں، آپ نے حدیث نیت، و حدیث شعب ایمان کی شرح بھی لکھی ہے، ان کے جد اعلیٰ رہتک سے بنارس آئے اور ان کے والد و دادا وغیرہ بنارس میں آسودۂ خاک ہیں، شیر شاہ سوری کے وزیر (یا امراء میں) تھے، مگر بادشاہ کا قرب ان کے معمولات میں حارج نہیں تھا، وہ برابر خدمت علم میں مصروف رہے اور اپنے معمولات میں بھی کبھی فرق نہ آنے دیا، آپ کی وفات ۹۸۰ھ یا ۹۸۱ھ میں ہوئی

(۱۰) تاج المحدثین شیخ طاہر بن یوسف سندھی، آپ کی تصنیفات میں فوائد محمدیہ مختصر مواہب اللدنیہ میں نے دیکھی ہے، وہ نسخہ ۱۰۲۱ھ میں نقل کیا گیا تھا، لہذا کتاب کی

تالیف یقیناً اس سے پہلے ہو اور چونکہ یہ کتاب مواہب لدنیہ کا اختصار ہے جس کا سال تصنیف ۹۵۰ھ ہے اس لئے بے شک وشبہ مصنف فوائد محمدیہ شیخ طاہر بن یوسف دسویں صدی ہجری کے عالم ومحدث ہیں۔ سردست اس سے زیادہ شیخ طاہر کے حالات میرے علم میں نہیں ہیں۔

ان سطور کو لکھنے کے بعد خوش قسمتی سے مجھے ترجمہ گلزار ابرار ہاتھ آگیا۔ اس میں شیخ طاہر مذکور کے جو حالات مذکور ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

شیخ طاہر بن یوسف بن رکن الدین بن معروف بن شہاب الدین ۹۱۰ھ کے بعد قصبہ پاتری (سندھ) میں پیدا ہوئے، صاحب ہوش ہونے کے بعد اپنے بڑے بھائی شیخ طیب اور اپنے والد کے ہمراہ ان کو سفر کا اتفاق ہوا، ہر سہ اشخاص شیخ شہاب الدین سندہی کی خدمت میں پہونچے، اور ان سے منہاج العابدین پڑھی، اس کے بعد ۹۵۰ھ میں اس گاؤں سے گجرات کی طرف کوچ کیا، اور بیچ میں پہونچ کر شیخ محمد غوث گوالیاری کی صحبت بابرکت سے بہرہ ور ہوئے، یہاں سے دکن پہنچے اور شیخ محمد ملتانی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، شیخ محمد ملتانی شیخ بہاء الدین قادری کے خلیفہ تھے، اس کے بعد ایرچ پور (برار) میں قیام پذیر ہوئے، اور یہیں اپنے پیر سے خرقۂ خلافت پایا، اور یہیں مدتوں . . . . :
مجلس درس وافادہ گرم رکھی، پھر والی خاندیس کی التماس پر برہان پور منتقل ہو گئے اور وہیں قیام رہا۔

۱۰۰۴ھ میں بہت سی تصانیف یادگار چھوڑ کر وفات پائی آپ کی تصانیف یہ ہیں تفسیر مجمع البحار، مختصر قوت القلوب مختصر مواہب لدنیہ۔ ملتقط جمع الجوامع سیوطی، موجز قسطلانی، مختصر تفسیر مدارک، اسامی رجال صحیح بخاری اور ریاض الصالحین (گلزار ابرار)

آپ کے شاگردوں میں شیخ محمد عرف تاج العاشقین بن عبداللہ سندھی المتوفی ۱۰۱۳ھ گلزار ص۶۵ میں مسیح القلوب حضرت شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی برہانپوری آپ کے برادر زادہ المتوفی

۱۰۳۲ھ (کتاب مستفاد من زبدۃ المقامات) ہیں۔

(م) ملا شنگرف گنائی کشمیری، آپ نے شیخ ابن حجر مکی سے حدیث کی سند لی تھی صاحب تاریخ اعظمی کا بیان ہے کہ کتاب شمائل نبوی خاص آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے اور دو اجازت نامہ جو بپشت اسماء الرجال پر ہے شیخ ابن حجر نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا تھا ہمارے پاس موجود ہے (حدائق تذکرہ علمائے ہند)

(ط) شیخ عبد النبی صدر الصدور (گنگوہی)، حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی کے پوتے اور اکبر کے عہدِ حکومت میں پندرہ برس تک ہندوستان کے صدر الصدور تھے، بادشاہ کو ان سے ایسی عقیدت تھی کہ ان کی جوتیاں سیدھی کرتا تھا، اگرچہ بعد میں یہ عقیدت بد اعتقادی اور تعظیم اہانت میں تبدیل ہو گئی، انھوں نے چند بار حرمین شریفین جاکر وہاں کے مشایخ سے علم حدیث پڑھا تھا صاحب تذکرہ گلزار ابرار لکھتے ہیں "رسمی علوم سے آراستہ تھے، خاص کر علم حدیث میں استادان عرب سے سند حاصل کی تھی" (ص ۲۲۱)

اور عبد الصمد بن افضل محمد بن یوسف اخبار الاصفیا (قلمی) اور ملا عزیز اللہ مداری تحفۃ الابرار (قلمی) میں لکھتے ہیں "بحکم عالی بمکہ رفت و از انجا از شیخ ابن حجر مکی سند حدیث حاصل کرد" (بادشاہ کے حکم سے مکہ گئے اور وہاں شیخ ابن حجر مکی سے حدیث کی سند لی) شیخ عبد النبی کا رسالہ المرج علی صلوۃ القفال میں نے دیکھا ہے اس میں انھوں نے خود ابن حجر سے اپنے تلمذ کا اظہار کیا ہے۔

اس کے علاوہ ان کی ایک تصنیف سنن الہدیٰ کا ذکر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے کیا ہے، وہ کتاب بھی میں نے دیکھی ہے، اس میں مصنف نے تصریح کی ہے کہ میں نے اس کتاب کے لئے احادیث و مضامین کا انتخاب صحیحین، جامع صغیر سیوطی، شفائے قاضی عیاض، اذکار نووی، اور مقاصد حسنہ سخاوی سے کیا ہے، کتاب کا پورا نام سنن الہدیٰ فی متابعۃ المصطفیٰ ہے، کتاب کا موضوع زندگی کے تمام گوشوں میں اسوۂ نبوی کا بیان ہے

جو نسخہ میں نے دیکھا ہے وہ چھ سو بیاسی صفحات پر مشتمل ہے، مگر وہ ناقص ہے، اور میرا خیال ہے کہ اس میں آخر کا چوتھائی حصہ غایب ہے، شیخ عبدالنبی کی ان دونوں تصنیفات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو فن حدیث میں بڑا ملکہ تھا۔

شیخ کی وفات سنہ ۹۹۲ھ میں ہوئی، ان کے والد شیخ احمد بھی بڑے عالم، عارف تھے، ان کی وفات سنہ ۹۷۲ھ میں ہوئی، (گلزار ابرار)

شیخ عبدالنبی کے حالات کے لئے منتخب التواریخ بدایونی، اخبار الاصفیا، تحفۃ الابرار گلزار ابرار، تذکرہ علمائے ہند، طرب الاماثل اور حدائق الحنفیہ کا مطالعہ کرنا چاہیے، اخبار الاخیا مطبوعہ مجتبائی دہلی سنہ ۱۳۰۹ھ میں ان کو شیخ رکن الدین کا بیٹا لکھا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، وہ شیخ رکن الدین المتوفی سنہ ۹۸۳ھ کے لڑکے نہیں تھے، بلکہ ان کے بھائی شیخ احمد کے لڑکے تھے، جیسا کہ زبدۃ المقامات وغیرہ میں مذکور ہے۔ اسی طرح یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ شیخ احمد شیخ رکن الدین کے لڑکے تھے جیسا کہ ترجمہ گلزار ابرار صنہ ۲ میں ہے شیخ احمد حضرت شیخ عبدالقدوس کے لڑکے اور شیخ رکن الدین کے بھائی تھے،

(ی) حاجی ابراہیم سرہندی، شیخ المحدثین شیخ ابن حجر ہیتمی کی خدمت میں آپ نے حرم محترم میں رہ کر احادیث کی تصحیح کی تھی، حدیث و تفسیر کی سند میں آپ کو نسبت عالی حاصل تھی، جس زمانہ میں تمام ملک ہندوستان کو اکبر شاہ نے فتح کر لیا تھا تو اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ تمام علما جو گردہ گروہ پایہ تخت میں فراہم ہیں، تمام قلمرو کے ایک ایک حصہ میں ایک ایک کو مقرر کیا جائے تاکہ اس باطنی گروہ کے بابرکت انفاس کی برکت سے لوگوں کو فیض پہنچے، اس لئے ہر ایک شخص ایک جداگانہ سمت کے لئے نامزد کیا گیا، حاجی ابراہیم جس ملک میں مامور تھے وہاں سے بے اجازت دارالسلطنت لوٹ آئے، یہ بات بادشاہ کو ناگوار ہوئی اور اس نے آپ کو قلعہ رنتھمبور میں محبوس کر دیا، حاجی ابراہیم نے رہائی کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتے دیکھی اس لئے ایک رات قلعہ کی دیوار سے ایک رسی لٹکائی کہ اسی

کے سہارے نکل بھاگیں اور کہیں گمنامی کی زندگی بسر کریں مگر اتفاق سے آدمی دور پہنچے تھے کہ رسی ٹوٹ گئی اور اسی کے ساتھ ان کا رشتہ حیات بھی منقطع ہو گیا (گلزار ابرار صفحہ ۳۸۶)

(یا) مخدوم متو ٹھٹوی، آپ کا نام رکن الدین تھا، مخدوم بلال ساکن تلہٹی (سندھ) کے خلیفہ تھے، عبادت گذاری میں نہایت بلند ہمت تھے، تذکرہ علمائے ہند میں ہے کہ "در علم حدیث غایت مہارت داشت، شرح اربعین و شرح گیلانی و رسائل دیگر از مصنفات او مشہور اند (صفحہ ۲۲۲) یعنی علم حدیث میں ان کو بے حد مہارت تھی، شرح اربعین و شرح گیلانی اور چند رسالے ان کی تصنیفات میں مشہور ہیں مخدوم نے ۹۴۹ھ میں ٹھٹھ میں وفات پائی اور آپ کی قبر کوہ مکلی پر ہے۔

(یب) سید صدر جہاں رئیس قصبۂ پہانی (ضلع ہردوئی) اکبر بادشاہ کے زمانۂ حکومت میں شیخ عبد النبی گنگوہی صدر الصدور کے توسل سے افتاء کے عہدہ پر مامور ہوئے پھر حکیم ہمام گیلانی کے ساتھ ایران کی سفارت پر بھیجے گئے، وہاں سے لوٹنے پر صدر الصدوری اور دو ہزاری منصب ملا،

اکبر کے بعد جہانگیر نے حق استادی کی رعایت سے ان کو چہار ہزاری منصب سے سرفراز کیا، اور سرکار قنوج ان کی جاگیر میں دیا۔ نواب سید علی حسن لکھتے ہیں

مدتے بد ثار علم و فضل و مستوی بردائے صلاح و تقوی و در علم حدیث علم بود جہانگیر بادشاہ در شاہزادگی یک ہزار چہل حدیث از وے مسند نمودہ (صبح گلشن صفحہ ۲۵)	علم و فضل سے آراستہ اور صلاح و تقوی سے پیراستہ تھے، اور علم حدیث میں ممتاز تھے جہانگیر نے عہد شاہزادگی میں ان سے ایک ہزار چالیس حدیثیں سند کی تھیں

ایک سو بیس سال کی عمر پائی اور حواس میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوا ۱۰۲۰ھ میں انتقال کیا اور اپنے مقبرہ میں بمقام پہانی مدفون ہوئے۔

(۶۴) شیخ ابوالفتح تھانیسری، دسویں صدی کے نہایت متبحر عالم تھے، اکبرآباد (آگرہ) میں عقلی اور نقلی علوم کا آپ نے درس دیا اور بہت سے فضلاء نے آپ کے حلقۂ درس سے سندِ فضیلت حاصل کی، ملا عبدالقادر بدایونی بھی ان کے شاگرد ہیں، صاحب تذکرہ علمائے ہند لکھتے ہیں "از فحول علمائے روزگار و اعیان متبحرین عالی مقدار بود، سند علم حدیث از سید رفیع الدین محدث داشت"

(۶۵) میر سید ابراہیم ایرجی ثم الدہلوی، نہایت بابرکت بزرگ اور دانشمند کامل تھے، حضرت شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں کہ ان کو تمام علوم عقلیہ و نقلیہ پر عبور تھا۔ "والحق در دہلی در زمان او ہیچ کس بدانش او نبود" (دہلی میں ان کے جیسا کوئی دوسرا عالم ان کے زمانہ میں نہ تھا) ان کی مجلس سے علماء اور مشائخ دونوں نے فیض حاصل کیا ان سے استفادہ کرنے والوں میں شیخ عبدالعزیز حسن طاہر اور شیخ رکن الدین بن عبدالقدوس گنگوہی جیسے لوگ ہیں، ۹۵۳ھ میں وفات پائی اور مقبرۂ سلطان المشائخ (دہلی) میں مدفون ہوئے۔

(۶۸) ملا عبداللہ بن شمس الدین انصاری مخدوم الملک، عہد اکبری کے نامور اہل علم و صاحب جاہ لوگوں میں ہیں، صاحب تذکرہ علمائے ہند نے ان کی تصنیفات میں شرح شمائل النبی کا نام لیا ہے، اور اخبار الاصفیا مصنفہ عبدالصمد بن افضل محمد میں ہے کہ "حدیث را از سید ابراہیم ایرجی استماع نمودہ" ۹۹۱ھ میں بمقام احمد آباد وفات پائی۔

(۲) حیات شیخ عبدالحق ص ۸۷ میں لکھا ہے کہ "شیخ محدث نے ابتدائی زمانہ میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا تھا" یہ صحیح نہیں ہے شیخ نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد درس و تدریس میں منہمک ہونے کے زمانہ میں قرآن پاک حفظ کیا تھا، خود فرماتے ہیں

وبعد از تحصیل و استفادہ بدرس و افادہ مشغول شد و ہمدریں ایام بتوفیق و تائید الٰہی بحفظ قرآن مجید مشرف شدہ (تالیف ص ۱۰)	تحصیل علوم کے بعد درس و افادہ میں مشغول ہوا، اور انھیں دنوں میں بتوفیق الٰہی حفظ قرآن مجید سے مشرف ہوا۔

اور اس سے بھی واضح تر توصیل المرید الی المراد میں فرماتے ہیں۔

چوں بعد از فراغ تحصیل بحفظ کتاب مجید توفیق یافت برخے ازاں اوراد از دست رفت و تلاوت قرآن مجید بر طریق نعم البدل بجائے آنشست صلا

جب فارغ التحصیل ہونے کے بعد قرآن مجید یاد کرنے کی توفیق پائی تو کچھ وظیفے چھوٹ گئے اور ان کی جگہ قرآن پاک کی تلاوت نعم البدل بن گئی۔

(۳) شیخ عبدالوہاب، استاد و مربی حضرت شیخ کا سن وفات لکھنا شاید مصنف بھول گئے، شیخ عبدالوہاب متقی کی وفات ۱۰۰۱ھ میں ہوئی ہے (حدائق و تذکرہ)

(۴) صـ۱۵۱ میں حضرت شیخ عبدالحق کے لوح مزار کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں معلوم نہیں کس طرح شیخ کا سال وفات ۱۰۲۱ھ لکھا گیا، اسی طرح تاریخ رحلت فخر عالم اور اس کے نیچے دوبارہ ۱۰۲۱ھ لکھا ہوا ہے، حالانکہ مصنف خود ہی باب کی ابتدائی سطر میں ۱۰۵۲ھ سال وفات تحریر فرما چکے ہیں اور یہی صحیح ہے

فخر عالم تاریخ رحلت غلط ہے فخر العالم صحیح ہے۔
۱۰۲۱ ۱۰۵۲

(۵) صـ۱۵۲ میں صاحب گلزار ابرار کی نسبت لکھا ہے کہ "وہ سید محمد غوث گوالیاری سے بیعت تھے" مگر یہ صحیح نہیں ہے، شیخ محمد غوث کی وفات ۹۶۷ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث نے اخبار الاخیار صـ۲۲۵ میں لکھا ہے اور اس وقت مصنف گلزار ابرار کی عمر کل چار برس کی تھی، پھر وہ ان سے بیعت کیوں کر ہو سکتے ہیں، خلیق صاحب نے خود ہی مصنف گلزار کا سال ولادت ۹۶۳ھ تحریر فرمایا ہے

تصانیف شیخ

اس عنوان کے ماتحت فاضل مصنف نے شیخ کی تصنیفات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ میں اس عنوان کے ماتحت شیخ کی دو تصنیفوں کی نسبت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں

وہ دونوں ابھی تک طبع نہیں ہوئی ہیں، اور فاضل مصنف کی نگاہ سے نہیں گذری ہیں اس لئے ان کی نسبت وہ کچھ زیادہ تفصیل سے نہ لکھ سکے۔

(۱) اجازۃ الحدیث فی القدیم والحدیث، اس رسالہ کا ذکر مصنف حیات شیخ عبدالحق نے "ذاتی حالات" کے عنوان کے ماتحت کیا ہے، اس کے قلمی نسخے لکھنؤ میں موجود ہیں، مگر سرورق پر بجائے مذکورہ بالا نام کے مثبت الشیخ عبدالحق المحدث الدہلوی لکھا ہوا ہے، اور ندوہ کے نسخہ میں اسانید الشیخ عبدالحق لکھا ہوا ہے یہ چند ورق کا ایک رسالہ ہے، مختصراً اس کا موضوع بحث اساتذۂ شیخ کے ضمن میں بتایا جا چکا ہے، شیخ نے اس رسالہ میں اپنے شیوخ کے اجازت ناموں کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

اوصانی سیدی عبدالوہاب المتقی بانہ ینبغی للمحدث ان یختار لنفسہ من الاسانید التی حصلت لہ من المشائخ سنداً واحداً یحفظہ لیتصل بہ الی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ویعود برکتہ الی حالہ فی الدنیا والدین	مجھے سیدی عبدالوہاب نے وصیت کی کہ محدث کو چاہیئے کہ جو سندیں مشائخ سے حاصل ہوئی ہیں ان میں سے ایک سند منتخب کر کے یاد کرلے تاکہ اس سند کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتصال پیدا کرے اور دین و دنیا میں اس کی برکت شامل حال ہو۔
فاخترت بوصیۃ الشیخ سنداً من طریق البخاری وآخر من الامام مسلم واکتفیت بہما ففیہما البرکۃ۔ قال العبد الضعیف	شیخ کی اس وصیت کی بنا پر میں نے ایک سند بطریق امام بخاری اور دوسری بطریق امام مسلم منتخب کرلی کہ ان میں برکت ہے (اس کے بعد شیخ نے وہ دونوں سندیں ذکر کی ہیں)

عبد الحق بن سیف الدین
الدهلوی حدثنا الشیخ الولی
المقتدی عبد الوهاب الحنفی
قال حدثنا شیخنا علی بن حسام
الدین المتقی قال حدثنا
ابو الحسن البکری قال حدثنا
الزین زکریا الانصاری قال
حدثنا شہاب الدین احمد
بن حجر العسقلانی ح وحدثنا
الشیخ عبد الوهاب المتقی
قال حدثنا المسند علی بن
احمد الخبانی الازهری
الشافعی قال حدثنا شیخ
الاسلام جلال الدین
السیوطی الخ

شیخ عبد الوہاب کی یہ وصیت اہل علم کے لئے ایک زریں نصیحت ہے، اس خیال سے میں نے اس رسالہ سے یہ ٹکڑا نقل کر دیا۔

(۲) فتح المنان فی تائید مذهب النعمان، یہ حضرت شیخ کی ایک ضخیم کتاب ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ اس وقت میرے پیش نظر ہے اس کے مقدمہ سے چند اقتباسات ہدیہ ناظرین کرتا ہوں، ان سے کتاب کی نوعیت، اس کا موضوع بحث اور سبب تالیف روشنی میں آجائے گا، فرماتے ہیں

وقد وقع فی ذھن بعض القاصرین عن درک الحق وتوھموا ان مذھب الامام الشافعی موافق للاحادیث وبناءہ علیھا اغلب واظھر وسلوک الاتباع فیہ اکثر واوفر وبناء مذھب ابی حنیفۃ علی الرای والاجتھاد مخالفا للاحادیث بالاستقلال والاستبداد ولیس الامر کذلک

بعض کوتاہ فہموں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ امام شافعی کا مذہب احادیث کے مطابق ہے اور اس کی بنار احادیث پر اغلب اور اتباع اس میں زیادہ ہے اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کی بنیاد رائے اور قیاس پر ہے اور وہ حدیث کے مستقلا خلاف ہے، حالانکہ یہ واقعہ نہیں ہے

اس کے بعد شیخ نے مذہب حنفی کے باب میں چند بنیادی باتیں ذکر کی ہیں، اور اصولی طور پر اس کا موافق احادیث ہونا ثابت کر کے لکھا ہے کہ میں جب مکہ معظمہ میں حضرت شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں مشکوٰۃ پڑھ رہا تھا تو میں بھی اس خلجان میں پڑ گیا تھا، لیکن حضرت شیخ کی شافی تقریر سے میرا خلجان دور ہو گیا، اس کے بعد جب شیخ مجھے میرے وطن رخصت کرنے لگے تو میں نے درخواست کی کہ کچھ دن اور مجھے اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت دیجئے تاکہ مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب حنفی و شافعی کی کماحقہ تحقیق اور چھان بین کر لوں، تو شیخ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ یہ کو وہیں (ہندوستان میں)، حاصل ہو جائے گا، چنانچہ آپ کے ارشاد کی برکت سے مشکوٰۃ کی شرح کے دوران میں بہت کچھ حاصل ہو گیا، لیکن بہ تمام وکمال اس امر کے حصول کا ابھی انتظار باقی تھا،

فحان طلوع صبح السعادۃ وحصل الامر علی الارادۃ فصرت ما

پس صبح سعادت کے طلوع کا وقت آگیا اور حسب خواہش وہ بات حاصل ہو گئی،

کنت قاصراً عاجزاً واجداً فائزاً فشرعت فیہ مستعیناً بالملک العلام راجیاً بتوفیقہ الاکمال والاتمام فجاء علی وجہ یحصل بہ المقصود

اور میں عجز و قصور کے بعد کامیاب و فائز المرام ہو گیا تو میں نے خدا کی مدد سے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا، میں خدا کی توفیق سے اس کی تکمیل کا امیدوار تھا چنانچہ وہ ایسے طریقہ پر پوری ہو گئی کہ مقصود حاصل ہو

اس کے بعد فرماتے ہیں

ثم انہ قد اتفق تالیف ھذا الکتاب علی طریقتین احدھما انی اقتفیت اثر صاحب المشکوۃ فی سرد الابواب والفصول واوردت من غیرھا الاحادیث من سائر الاصول ونبھت فی کل فصل علی مواضع الاختلافات علی ما شرطت من ذکر الاستدلالات والمتمسکات فتم علی ھذا النمط الی کتاب الجنائز آخر کتاب الصلوۃ ومن ھھنا الی کتاب البیوع اخذت المسائل الاختلافیہ من الکتب الفقھیۃ ونقلت دلائلھا ومباحثھا المذکورۃ ثمہ فتم القسم الاول علی نمط کتب الحدیث والثانی

اس کتاب کی تالیف دو ڈھنگ سے ہوئی، کچھ دور تک یہ ہوا کہ مشکوۃ سے ابواب و فصول کے عنوان لے کر ان کے ماتحت دوسری کتابوں سے حدیثیں درج کیں، اور ہر فصل میں (تنبیہ کا عنوان قائم کر کے) اختلافی مسائل اور ہر فریق کے دلائل پر متنبہ کیا آخر کتاب الصلوۃ تک تو یوں لکھا اس کے بعد کتاب البیوع تک یہ کیا کہ فقہی کتابوں سے صرف اختلافی مسائل لے کر درج کئے اور جو دلائل وہاں مذکور تھے ان کو لکھ دیا۔

حاصل یہ کہ پہلی قسم کی تالیف کتب حدیث کے طرز پر ہوئی، اور دوسری قسم کی فقہ کے طرز پر

مثل کتب الفقہ

اخیر میں شیخ نے ماخذ کی حسب ذیل فہرست دی ہے۔

(۱) جامع الاصول، مصنفہ علامہ مجد الدین ابن الاثیر، اور اس کتاب کی توصیف میں یہ الفاظ لکھے ہیں، الکتاب الجلیل العظیم الخطیر

(۲) کتاب الجامع الکبیر، مولفہ شیخ امام علی متقی قدس سرہ (یعنی کنز العمال)

(۳) موطائے امام محمد،

(۴) کتاب الدارمی،

(۵) مشکوٰۃ کی فصل رابع جس کا اضافہ بعض علمائے ثقات نے کیا ہے

(۶) کتاب الحاوی اور اس کی شرح (فقہ شافعیہ میں)

(۷) رسالہ ابن ابی زید (فقہ مالکیہ)

(۸) کتاب الخرقی اور اس کی شرح (فقہ حنابلہ میں)

میرے پیش نظر جو نسخہ ہے وہ آخر کتاب الحج تک ہے، اس میں مندرجہ ذیل بڑے بڑے عنوات ہیں۔

کتاب[۱] الایمان والاسلام، کتاب[۲] العلم، کتاب[۳] الطہارۃ، کتاب[۴] الصلوٰۃ کتاب[۵] الزکوٰۃ، کتاب[۶] الصوم، کتاب[۷] الحج

کتاب الصلوٰۃ تک ہر عنوان کے ماتحت متعدد ابواب اور اکثر ابواب میں متعدد فصول ہیں۔

اس کتاب میں جا بجا حضرت شیخ اپنے مشائخ حدیث کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں، مثلاً "مسح راس" کی بحث میں لکھتے ہیں

وسمعت شیخی علی بن جار اللہ	میں نے اپنے شیخ علی بن جار اللہ مفتی مکہ
مفتی بلد اللہ الحرام ینقل من	سے سنا۔ وہ اپنے بعض مشائخ سے نقل

بعض مشائخہ انہ قال الانصاف فی مسئلۃ المسح علی ید مالک — کرتے تھے کہ مسح کے مسئلہ میں انصاف امام مالک کے ہاتھ پر ہے

اس کے بعد کی عبارت کا صحیح مفہوم نسخہ کے سقم کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آتا

اور مثلاً امامت اعمی کی بحث میں لکھتے ہیں

وذکر فی بعض الکتب انہ کان	بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ نابینا اگر قوم کا
مقتدی القوم وعالما وقارئا	مقتدا اور عالم وقاری ہو تو اس کی امامت
لایکرہ وقد کان شیخنا الاجل	مکروہ نہیں ہے اور ہمارے شیخ اجل عبدالوہاب
الاکرم عبد الوھاب المتقی	متقی اپنی نابینائی کے باوجود امامت کرتے تھے
یوم اصحابہ مع عماہ وقد کان	میرے دل میں ابتداء کچھ کھٹک تھی اور ہیبت
فی نفسی منہ شئ ولم استطع	کی وجہ سے سوال نہیں کر سکتا تھا مگر جانتا تھا
السوال عنہ	کہ وہ ترک سنت پر مداومت نہیں کر سکتے
مع علمی انہ لایترک السنۃ	تا آنکہ اشباہ ونظائر میں مجھے روایت مل گئی
ولا یداوم علیہ حتی وجدت	
فی کتاب الاشباہ والنظائر الروایۃ	

اور رفع سبابہ کے مسئلہ میں لکھتے ہیں

وبعضھم یقولون ترکناہ لانہ	بعض کہتے ہیں ہم نے اس کو اس لیے چھوڑ
من شعار الرفضۃ سمعت	دیا کہ وہ رافضیوں کا شعار ہے میں نے اپنے
الشیخ رحمۃ اللہ علیہ یقول	شیخ رحمۃ اللہ سے سنا وہ اپنے شیخ (علی متقی)
نقلا عن شیخہ ھذا کلام سخیف	سے نقل فرماتے تھے کہ یہ بھدا کلام ہے جب
لانہ لما ثبت انہ سنۃ صحیحۃ	اس کا سنت صحیحہ ہونا ثابت ہے تو اس
فمالھم یترکونہ لمثل ھذا ...	قسم کی باتوں سے اس کو کیوں چھوڑتے ہیں

... وكثير من السنن يفعله الرفضة ولا يترك مع ان كونه شعار الرفضة ممنوع وقد يفعله علماء السنة

...... بہت سی سنتیں رافضی کرتے ہیں مگر ان کو چھوڑا نہیں جاتا پھر رافضیوں کا شعار ہونا بھی تسلیم نہیں ہے جب کہ اس کو علمائے سنت کرتے آئے ہیں۔

اس کے کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ شیخ امام علی متقی نے اس مسئلہ میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں حنفیہ کی بعض روایات کراہت کی اور اکثر سنیت کی نقل کر کے صحیح و صریح احادیث کی روشنی میں سنیت کی تائید کی ہے،

نسخۂ پیش نظر جیسا کہ میں نے اوپر بھی لکھا ہے آخر کتاب الحج تک ہے، اور شیخ نے مقدمہ میں کتاب البیوع تک لکھنا بیان کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ناقص ہے، کسی کامل نسخہ کا مجھے پتہ نہیں ہے، حیدر آباد کا نسخہ بھی ناقص ہی ہے۔

میرے سامنے جو نسخہ ہے وہ ہمارے دیار کے مشہور جید عالم، مولانا محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، جو مولانا سخاوت علی جونپوری کے شاگرد رشید، اور مولانا کرامت علی جونپوری کے خلیفۂ طریقت تھے، اور شیخ المشائخ حضرت شاہ محمد اسحق دہلوی سے بھی ان کو علم حدیث میں اجازت حاصل تھی، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا اجازت نامہ جو آپ نے مولانا طاہر کو مرحمت فرمایا تھا، میں نے اس کی زیارت کی ہے، اور اس کی نقل میں نے "معارف" ماہ دسمبر ۱۹۳۷ء میں شائع بھی کرادی ہے، مولانا محمد طاہر کی وفات ۱۲۹۶ھ میں ہوئی، اور اس نسخہ کا سال کتابت ۱۲۶۱ھ ہے۔

تالیفات شیخ کے فیوض و برکات کی نسبت میں کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتا صرف نواب صدیق حسن خاں مرحوم کی شہادت پیش کر دینا چاہتا ہوں کہ باہمی اختلاف مسلک کے پیش نظر یہ بڑی وزنی شہادت ہے نواب صاحب لکھتے ہیں

"محرر سطور را ہر چہ از فوائد ظاہر و باطن گماں کنند اکثر آں علوم و معارف در بدایت حال بطفیل مطالعۂ تالیفات حضرت شیخ، و تصنیفات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و اولاد ایشاں حاصل گشتہ (تقصار صفحہ ۱۰۵)

حضرت محدث کا طرز نگارش

اس عنوان کے ماتحت بھی خلیق صاحب نے جو کچھ لکھا ہے بہت خوب لکھا ہے لیکن نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے شیخ کی بلاغت تحریر، حسن ادا و تعبیر کا جن لفظوں میں والہانہ اعتراف کیا ہے وہ کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے، یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ نواب صاحب کا یہ اعتراف کشودہ خاطر و فتح باب اور ابن تیمیہ و ابن قیم اور ابن حجر و قاضی شوکانی کے مولفات پر پورا عبور حاصل ہونے کے بعد ہے۔ فرماتے ہیں

و ہنوز شورش در وے او (یعنی نواب صاحب) بالفاظ و عبارات شیخ دہلوی و حسن ادا و اشارات وے ہم چناں ست کہ بود افاض اللہ علینا من برکاتہ (تقصار صفحہ ۱۰۵)

اور ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں

و حق ایں ست کہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ در ترجمہ عربی بفارسی یکے از افراد ایں امت است، مثل او دریں کار و بار خصوصاً دریں روزگار احدے معلوم نیست واللہ یختص برحمتہ من یشاء

معاصرین شیخ محدث

میں اس عنوان کے ماتحت اس وقت صرف ایک بزرگ نام کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں، اس لئے کہ حیات شیخ عبدالحق میں ان کا اور شیخ سے ان کی ملاقات و گفتگو کا ذکر آچکا ہے

مگر ان کا تعارف نہیں کرایا گیا ہے، ان بزرگ سے میری مراد حضرت میاں میر لاہوری ہیں

حضرت میاں میر کا اصل نام شیخ میر محمد اور وطن اصلی سندھ میں شہر سیوستان جس کو سہوان اور سیوان بھی کہتے ہیں، تھا قاضی شایدنہ کے خلف ارشد تھے، فضیلت ظاہری کے ساتھ باطنی کمالات میں یکتائے روزگار تھے، ۹۵۷ھ میں سوستان میں پیدا ہوئے، ساٹھ سال سے زیادہ لاہور میں اقامت کی، سلسلۂ قادریہ میں سید خضر قادری کے مرید و خلیفہ برحق تھے، شاہزادہ دارا شکوہ ان کا مرید تھا، اس نے ان کے حالات و کمالات کے باب میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، اٹھاسی سال عمر پائی، اور ۱۰۴۵ھ میں رحلت فرمائی مزار موضع ہاشم پور میں ہے۔

میر علی شیر قانع تحفۃ الکرام میں لکھتے ہیں

شیخ میر محمد المشہور بمیاں میر پیشوائے اولیائے جہاں و قطب زماں بودہ، در فضیلت ظاہری کسے باوے برنیامدہ۔ (تحفۃ الکرام ص ۱۳۸/۳۸)

اس کے بعد وہی حالات لکھے ہیں جو اوپر آپ پڑھ چکے ہیں

وھذا آخر ما اردنا ایرادہ الآن وللہ الحمد فی الآخرۃ والاولیٰ وعلیہ التکلان

العلم والعلماء

یہ بہت بڑے امام حدیث علامہ ابن عبد البر کی شہرہ آفاق کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" کا نہایت نفیس ترجمہ ہے کتاب کے مترجم مشہور ادیب اور بے مثال مترجم عبد الرزاق صاحب ملیح آبادی ہیں یہ ترجمہ مولانا ابو الکلام آزاد کے ارشاد کی تعمیل میں کیا گیا تھا جو اب ندوۃ المصنفین سے شایع کیا گیا ہے۔

علم و فضیلت علم و علما پر اس درجے کی کوئی کتاب آج تک شایع نہیں ہوئی۔ صفحات ۳۰۰، بڑی تقطیع، کاغذ، کتابت، طباعت بہت عمدہ۔ قیمت چار روپے آٹھ آنے مجلد پانچ روپے آٹھ آنے